جناب ڈاکٹر صابر آفاقی

صوفیائے کشمیر

(آخری قسط سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو شمارہ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

حاجی محمد کشمیری (متوفی ۱۰۰۶ھ)

آپ کشمیر کے اکابر صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں حضرت حاجی محمدؒ کے اسلاف سید علی ہمدانی کے ہمراہ ایران سے کشمیر تشریف لائے تھے اور پھر اسی خطہ کے ہو رہے۔ حاجی محمدؒ کی تاریخ ولادت تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ وہ کشمیر میں پیدا ہوئے اور جوانی میں تمام اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ آپ چند سال شیخ محمد باقی نقشبندی دہلوی (متوفی ۱۰۱۲ھ) کے ہاں رہ کر اسرارِ تصوف و رموزِ معرفت سیکھتے رہے اور اس کے بعد وطن مالوف میں پہنچ کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ حاجی محمدؒ صوفی عالم اور موٴلف کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی چند تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ شرحِ شمائل النبیؐ، ۲۔ فضائل القرآن، ۳۔ شرح المجرد، ۴۔ شرح مشارق الانوار۔ ۵۔ خلاصۃ کتاب الاوضاع فی بیان مذاہب الاربعہ، ۶۔ منتخب شرح اوراد الفتحیۃ، ۷۔ مصباح الشریعۃ، ۸۔ شرح حصن حصین۔ حاجی محمدؒ ۱۰۰۶ھ میں کشمیر میں فوت ہوئے۔

خواجہ حبیب اللہ حبّیؒ (متوفی ۱۰۱۵ھ)

خواجہ حبیب اللہ بن شمس الدین ۹۶۳ھ میں سری نگر کے محلہ نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حبّی تخلص کرتے تھے اور شاعر ہونے کے علاوہ علم و دانش اور زہد و تقویٰ میں بھی شہرت رکھتے تھے۔ آپ عربی و فارسی میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ علوم و فنون کی تعلیم آپ نے شیخ محمد یعقوب صرفی سے پائی تھی اور تصوف و عرفان میں آپ کے استاذ میر محمد خلیفہ تھے حضرت صرفی کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے خلیفہ بنے تھے۔ حبّی بھی صاحبِ تالیفاتِ عدیدہ تھے۔ آپ نے مسائل و عقائدِ تصوف میں رسالہ سلوک اور کتاب تنبیہ القلوب و راحۃ القلوب

تالیف فرمائی تھی۔ اپنے مرشد روحانی حضرت صرفی کے حالاتِ زندگی مرتب فرمائے تھے اس سوانح حیات کا نام "مقامات حضرتِ ایشانؒ" ہے۔ خواجہ صاحب اکثر صوفیائے کشمیر کی مانند فارسی کے بڑے کامیاب شاعر تھے۔ آپ کا کلام صوفیانہ و عارفانہ ہے۔ اس میں خاص طور سے نظریۂ ہمہ اوست کی تبلیغ کی گئی ہے۔ مثال کے لیے ملاحظہ ہوں یہ اشعار:

زہی حالی کہ در وی لا نہ گنجد — چہ جائے لا درو الّا نہ گنجد
مقامی برتری از چند و چونست — کہ در وی کیف و کم اصلا نہ گنجد
بگویم یک سخن من پوست کندہ — کہ آنجا بندہ و مولا نہ گنجد

یا منم اندر جہان و یا جہان اندر من است — خرمنی در دانہ و یا دانہ اندر خرمن است

حبیؔ نے کشمیری اور عربی زبان میں بھی شاعری کی ہے۔ انھوں نے ایک مثنوی حمد ذاتِ باری تعالیٰ میں کہی ہے لیکن ان کا اصل جوہر غزل میں کھلتا ہے۔ فرماتے ہیں:

گرمی شوقت چہ کرد نرمی ذوقت چہ کرد
سینہ کبابم کباب، دیدہ پر آبم پُر آب

حبیؔ نے عربی و فارسی کو ملا کر بعض کامیاب غزلیں کہی ہیں۔ غزل سرائی کا یہ انداز ہمیں صحبت لاری اور قرۃ العین طاہرہ کی یاد دلاتا ہے:

یکی نباشد چو من بعالم شکستہ حالی زنسلِ آدم!
حُبستُ حَسبًا قُتِلتُ قَتلاً غَرِقتُ غَرقاً حُرِقتُ نارا

ببین کہ سودا چہ کرد جانم ببین کہ سودی در آن ندانم
شَرِبتُ غمًّا بِهَمِّ دُنیا و بِعتُ هَمًّا بِغَمِّ سَلمَا

کہتے ہیں کہ حبیب اللہ حبیؔ پکھلی کے حاکم کی درخواست پر وہاں چلے گئے تھے اور حاکم نے ان کے لیے خانقاہ تعمیر کرا دی تھی۔ چنانچہ کچھ سال وہاں قیام کرنے کے بعد آپ کشمیر واپس آ گئے اور یہیں ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی۔

آپ کا مزار نوشہرہ سری نگر میں موجود ہے۔

ابو الفقرا بابا نصیب الدین غازی (متوفی ۱۰۴۷ھ)

بابا نصیب الدین غازی ۹۷۷ھ میں کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حسن تھا۔ آپ شیخ حمزہ مخدوم اور بابا داؤد خاکی کے مرید تھے۔

بابا نصیب کا شمار اکابر مشائخ سہروردیہ میں ہوتا ہے۔ انھوں نے علومِ متداولہ کی تعلیم مُلا کمال اور مُلا جمال سے پائی تھی اور پھر اپنے تئیں خدمتِ خلق اور اشاعتِ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ تاریخ اعظمی کے بقول بابا نصیب غربا کے لیے "ملجا و مآب" بنے ہوئے تھے۔ آپ ایک مقام پر نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ مخلوقِ خدا کی تعلیم و ہدایت کے لیے دیہات میں سفر کرتے رہتے تھے۔ بابا نصیب شریعتِ اسلامی کے پابند تھے اور تبلیغی دوروں میں آپ کے ساتھ تقریباً چار سو اشخاص ہوتے تھے۔ آپ نے جہانگیر کے عہد میں شہرت پائی اور غریب پروری کی وجہ سے آپ کو ابو الفقرا کہا گیا۔ مغلیہ عہد کے شاعر خرّم کشمیری نے بابا نصیب الدین کی تعریف میں فرمایا ہے:

به کشمیر آمده اسلام روشن چو شد بابا نصیب الدین عَلَم زن

بابا نصیب الدین کے بھائی شیخ شمس الدین بھی درویشِ باخدا تھے۔ وہ شیخ اسحاق کے مرید تھے۔ بابا نصیب الدین کے مریدوں میں جس شخص نے زیادہ شہرت پائی وہ بابا داؤد مشکوتی ہیں، جن کے حالات کسی اور جگہ درج ہوں گے۔ بابا نصیب نے شیخ نورالدین ولی کشمیری کے حالات اور ان کی کرامات کو "ریشی نامہ" (نور نامہ) میں ضبط کر دیا ہے۔ یہ تالیف دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں خلفائے اربعہ کے مناقب بیان ہوئے ہیں اور حصہ دوم میں صوفیائے کشمیر کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ اور احوال کے ضمن میں آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی بھی درج کی گئی ہیں۔ "ریشی نامہ" میں کشمیری زبان کے اشعار بھی ملتے ہیں جن کا ترجمہ فارسی میں کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے حصہ دوم کا آغاز کشمیر میں ریشی سلسلہ کے بانی شیخ نورالدین ولی کے حالات سے ہوتا ہے۔ اس حصہ میں گیارہ صوفیا کے احوالِ زندگی لکھے گئے ہیں۔ "ریشی نامہ" کی عبارت فارسی اور ترکی اندازِ تحریر سے متاثر نظر آتی ہے اور اس میں بے شمار الفاظ ایسے موجود ہیں جو آج کل متروک ہیں۔ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ بابا نصیب الدین ہمیشہ سیر و سفر اور خدمت و تبلیغ

میں رہتے تھے۔ آپ کے مریدان کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ یہاں تک کہ ملتان میں بھی آپ کے مرید پائے جاتے تھے۔

بابا نصیب الدین غازی ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ کو سری نگر میں فوت ہوئے۔ ان کے شاگرد ملا حیدر چرخی نے تاریخ وفات "وھو خیر الصالحین" سے نکالی تھی۔

شیخ داؤد بتہ مالو (متوفی ۱۰۷۰ھ)

شیخ داؤد کشمیر میں بتہ مالو کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے جہانگیر کے عہد میں شہرت پائی اور اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن آپ کی پاکیزہ سیرت اور فضائلِ انسانیہ کی وجہ سے آپ کے مریدوں میں اکثر علما اور شعرا تھے۔ مثلاً ملا زین الدین پال جو صاحب حال صوفی اور باکمال شاعر تھے۔ مشہور خوش نویس ملا محسن شیریں قلم (برادر محمد مراد زرین قلم) نے بھی آپ کی خدمت میں بیٹھ کر استفادہ کیا تھا[1]

حضرت بتہ مالو اپنے ہاتھ سے کھیتی باڑی کرتے اور مریدوں کو چاول (بتہ) کھلاتے۔ اسی سبب سے آپ کو بتہ مالو کہا جاتا ہے۔ شیخ بتہ مالو نے ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کا مزار مقدس محلہ بتہ مالو شہر سری نگر میں آج بھی مسلمانانِ کشمیر کی زیارت گاہ ہے۔

ملا شاہ قادری (متوفی ۱۰۷۲ھ)

ملا شاہ قادری کشمیری الاصل نہ تھے لیکن چونکہ آپ نے چند سال کے لیے کشمیر کو مرکز تبلیغ بنایا تھا اور اس خطہ کے صوفیا ان کے عقائد و تعلیمات سے متاثر ہوئے تھے۔ بنا بریں ہم انھیں بھی صوفیائے کشمیر میں شمار کرتے ہوئے ان کے واقعاتِ زندگی درج کرتے ہیں:

ملا شاہ محمد بن قاضی ملا عبدی ارکسا (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ ۱۰۲۳ھ میں لاہور چلے آئے اور حضرت میاں میر کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ آپ طریقۂ قلندریہ میں حضرت میاں میر کے مرید ہو گئے۔

ملا شاہ حضرت میاں میر کے حکم سے ہی ہدایتِ نفوس کے لیے ۱۰۴۹ھ میں کشمیر پہنچے

---

[1] تاریخ حسن ج ۴، ص ۱۹

اور تقریباً تین سال وہیں قیام کیا۔ شہزادہ دارا شکوہ کو ملا شاہ سے جو عقیدت تھی وہ سب کو معلوم ہے۔ اس کی ملاقات ملا شاہ سے یہیں ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔ دارا شکوہ نے اپنے مرشد کے لیے سری نگر میں خانقاہ پری محل تعمیر کروائی تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ دارا شکوہ نے کشمیر آنے سے پہلے ہی کتاب "سفینۃ الاولیا" تالیف کر لی تھی۔

ملا شاہ کشمیر میں چشمۂ شاہی کے نزدیک گوشہ گیر ہو گئے۔ اور یہاں قرآن مجید کی تفسیر اہلِ تصوف کی زبان میں تحریر کرنی شروع کی مگر وہ پارۂ اول سے زیادہ تفسیر نہ لکھ سکے۔

ملا شاہ عالم و صوفی ہونے کے علاوہ فارسی کے زبردست شاعر بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ اشعار میں تصوف و عرفان کے حقائق و معارف بیان کیے ہیں۔

یہ تو معلوم ہی ہے کہ دارا شکوہ وحدت الوجود (ہمہ اوست) کا معتقد تھا اور اپنے تئیں قادری حنفی کہلاتا تھا۔ اس نے "مجمع البحرین" ۱۰۶۵ھ میں تالیف کی تھی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اورنگ زیب کے عہد میں صوفیا دو متضاد مکاتبِ فکر سے وابستہ تھے۔ ایک مکتب وہ تھا جس میں انسان کو تکمیلِ روح کا درس دیا جاتا تھا اور اس میں شریعت کی پابندی ضروری نہ تھی۔ اس مکتب سے ملا شاہ قادری، دارا شکوہ اور سرمد کا تعلق تھا۔ دوسرا مکتب وہ تھا جس میں شریعت و طریقت کی یگانگت پر زور دیا جاتا تھا اور نجات کا ذریعہ شرعِ اسلامی کی اطاعت مانی جاتی تھی۔ اس مکتب کے بانی حضرت شیخ احمد سرہندی تھے۔

نظریۂ ہمہ اوست کو ملا شاہ قادری نے ایک رباعی میں یوں بیان کیا ہے:

ای طالبِ ذات از چہ رو دربدری — جویای خدا چرا از خود بی خبری
عین ہمہ و جملگی عین تو اند — اینست حقیقت از بخود نگری

ملا شاہ ۱۰۷۲ھ میں لاہور میں فوت ہوئے اور یہیں دفن کیے گئے۔

سید فرید الدین قادری (متوفی ۱۰۷۵ھ)

اس میں شک نہیں کہ اسلام جموں و کشمیر اور کشتواڑ و پونچھ میں صوفیا و علما کے ذریعے پہنچا۔ جس طرح کشمیر کا راجہ رنچن، سید بلبل شاہ کے توسط سے مسلمان ہوا اسی طرح

کشتواڑ کا راجہ جایا سنگھ بھی سید فرید الدین قادری کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا۔ اس کے بعد کشتواڑ کی رعیت مسلمان ہوئی۔

سید فرید الدین قادری بن سید مصطفیٰ، حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی نسل سے تھے اور بغدادک (خوارزم) کے باشندہ تھے۔ سید محمد فرید الدین ... اھ میں متولد ہوئے۔ آپ نے بے شمار سفر کیے۔ انھوں نے مکہ میں شیخ جلال الدین المغربی اور مصر میں سید محی الدین قادری سے ملاقات کی اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ پھر آپ کا قیام اپنے وطن مالوف بغدادک میں رہا اور اس کے بعد آپ سندھ چلے گئے۔ پھر آگرہ سے ہوتے ہوتے دہلی پہنچے۔ اس وقت شاہ جہان کی حکومت تھی۔ دہلی سے آپ ۱۰۷۵ھ میں تبلیغ اسلام و ہدایت خلق کی خاطر کشتواڑ پہنچے۔ اس تبلیغی دورہ میں آپ کے چار مرید، درویش محمد، شاہ ابدال، سید بہاء الدین سامانی اور یار محمد بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے اس علاقہ کے راجا جایا سنگھ نے اسلام قبول کرلیا اور وہ بختیار خان کے نام سے مشہور ہوا۔ بختیار خان کا جانشین راجہ کرت سنگھ بھی بعد میں مسلمان ہوگیا اور اورنگ زیب بادشاہ نے اسے سعادت یار خان کا خطاب دیا۔ بعد میں شاہزادہ فرخ سیر نے کرت سنگھ (سعادت یار خان) کی بہن سے شادی کرلی تھی۔

حضرت قادری کی تاریخ وفات صحیح طور پر معلوم نہیں۔ مگر قیاساً ان کی وفات ۱۰۸۰ اور ۱۰۸۵ھ کے درمیان واقع ہوئی۔ آپ کا مزار کشتواڑ میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

داؤد مشکواتی (متوفی ۱۰۹۷ھ)

مشکواتی کے خاندان کے بارے میں ہمارے پاس پوری معلومات نہیں ہیں۔ البتہ یہ امر مسلم ہے کہ وہ کشمیر میں پیدا ہوئے اور فقہ اور تفسیر، فلسفہ کی تعلیم علامہ حیدر چرخی سے پائی۔ باطنی علوم میں وہ بابا نصیب الدین غازی کے شاگرد و مرید تھے۔ خواجہ خاوند محمود نقشبندی سے بھی انھوں نے تربیت باطنی پائی تھی۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حضرت خاوند محمود نقشبندی کا قیام ۹۶۵ھ سے ۱۰۵۲ھ تک کشمیر میں رہا اور وہ طریقت میں خواجہ اسحاق کے خلیفہ تھے۔

حضرت داؤد مشکوتی نے ۱۰۹۷ھ میں وفات پائی۔

مخدوم حافظ عبدالغفور (متوفی ۱۱۱۶ھ)

آپ شیخ محمد صالح کشمیری کے فرزند تھے۔آپ کی پیدائش کشمیر میں ہوئی علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد آپ حاجی اسماعیل غوری کے حضور میں مشرف ہوئے اور اُن سے باطنی تربیت پائی۔ مخدومؒ سید علی ہمدانی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور اکثر خانقاہِ معلی سری نگر پر حاضری دیتے۔آپ طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ کی پیروی کرتے تھے۔

حضرت مخدومؒ کے خلفا میں اخوند عبدالسلام بن شاہ مسعود حسن نے بڑی شہرت پائی۔اخوند عبدالسلام کشمیر میں نقشبندیہ سلسلے کے زبردست مبلغ ثابت ہوئے۔حضرت اخوند ۱۰۸۶ھ میں کشمیر میں پیدا ہوئے اور عہد عالم گیر میں کشمیر کے شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔

شیخ شرف الدین محمد زرگر (متوفی ۱۲۰۵ھ) بن خواجہ محمد ابراہیم کشمیری اخوند عبدالسلام کے عقیدت مندوں میں تھے۔انھوں نے کتاب روضۃ السلام لکھی ہے جس میں حافظ عبدالغفور کے احوال درج ہیں۔ مخدوم عبدالغفورؒ کے کشمیر اور شمال مغربی پاکستان میں بے شمار مرید پائے جاتے تھے۔چونکہ آپ کی وفات پشاور میں ۱۱۱۶ھ میں واقع ہوئی اس لیے آپ کو عبدالغفور پشاوری بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عنایت اللہ شال (متوفی ۱۱۲۵ھ)

آپ کے خاندانی حالات نہیں مل سکے۔ بہرصورت آپ کشمیر میں پیدا ہوئے۔علوم دینی کی تعلیم ملّا ابوالفتح اور ملّا عبدالرشید سے پائی۔اپنے زمانے میں وہ ریاست کے عظیم ترین محدث وفقیہ سمجھے جاتے تھے۔صحیح بخاری اور مثنوی معنوی میں انھیں زبردست مہارت حاصل تھی۔آپ کے شاگردوں اور مریدوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ ملّا محمد امین گانی (متوفی ۱۱۰۹ھ) آپ ہی کے شاگرد تھے جنھوں نے "شرح تہذیب" اور "مناظر شیعہ وسنی" تالیف کی تھی۔شال فارسی کے بڑے اچھے شاعر تھے۔ انھوں نے تصوّف کے مسائل و اسرار کو اپنے کلام میں بیان کیا ہے۔

عنایت اللہ شال اڑسٹھ سال کی عمر میں ۱۱۲۵ھ میں فوت ہوئے۔

مرزا محمد اکمل بدخشی (متوفی ۱۱۳۱ھ)

مرزا کے دادا ملک محمد خان تاشقند سے ہجرت کر کے بدخشاں آ گئے تھے۔ پھر وہ اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں دہلی چلے گئے اور اکبر نے ان کو محمد قلی خان کا خطاب دیا۔ کشمیر کی صوبہ داری ان کو ۱۵۹۰ عیسوی میں سونپی گئی۔ محمد قلی خان کے بیٹے عادل خان مرزا محمد اکمل کے والد تھے۔ مرزا اکمل دارا شکوہ اور اورنگ زیب کے ہم جماعت اور ملا ابوالفتح کلو کے شاگرد اور حبیب اللہ عطار کے مرید تھے۔ مرزا اکمل کا تعلق شاہجہان کے دربار سے رہا، اور وہ مدت تک دہلی میں مقیم رہے۔

کشمیر میں وہ صوفیہ کے حلقوں میں بیٹھتے اور زندگی ارشاد و سماع میں گزارتے۔

مرزا اکمل اکمال الدین بدخشی فارسی کے شاعر اور رومی و عطار کے مقلد تھے۔ ان کی مثنوی بحر العرفان چار جلدوں میں ہے۔ ان کا مشہور قصیدہ مخبر الاسرار عالم لاہوت، ملکوت، جبروت اور ناسوت کے صوفیانہ مباحث پر مشتمل ہے۔ عالم جبروت سے متعلق وہ فرماتے ہیں:

کفر و دین ہر دو عدم ماند، در آن خلوت راز
صلح کل یاد بہ ہفتاد و دو ملت دوام

عالم لاہوت کے بارے میں کہتے ہیں:

نہ مرا سایہ و نی سایہ بہ اشیای دگر
نہ شب و روز کہ باشد عدد آن یا دم

مرزا اکمل تصوف میں طریقہ کبرویہ اور ہمدانیہ کے پیرو تھے۔

مرزا اکمل بدخشی کے خلفا میں شیخ نعمت اللہ کلو، مرزا فرہاد بیگ، حاجی عبد السلام قلندر، عبد الوہاب نوری صاحب فتوحات کبرویہ اور خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری مولف واقعات کشمیر نے نام پیدا کیا۔

مرزا اکمل بدخشی نے سری نگر میں ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد مراد نقشبندی (متوفی ۱۱۳۴ھ)

شیخ مراد اپنے زمانے کے مشہور صوفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ ممتاز مستشرق اور

فہرست نگار ایتھے نے حضرت شیخ کا شجرہ اس طرح لکھا ہے۔ محمد مراد بن حبیب اللہ بن سعید[۵۲]۔ شیخ محمد مراد میر محمد رضا دہلوی کے مرید اور علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ نے مناقب الحضرات نامی کتاب تحریر فرمائی تھی۔ اس تالیف میں انھوں نے شیخ احمد سرہندی، شیخ محمد معصوم اور شیخ آدم نقشبندی کے احوال و کوائف درج کیے ہیں۔ ان صوفیائے کرام کے مریدان باصفا کے حالات بھی کتاب میں ملتے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۱۳۴ھ کو سری نگر میں ہوا۔

شیخ عبدالوہاب نوری (متوفی ۱۱۸۶ھ)

شیخ عبدالوہاب نوری بن رشید الدین شیخ محمد یعقوب صرفی کشمیری کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ انھوں نے مرزا اکمل بدخشی سے بھی بیعت کی تھی۔ حضرت شیخ عالم دین، مرشد معانی مولف اور شاعر کی حیثیت سے ہمیشہ مشہور و قابل احترام رہے ہیں۔ آپ کی تالیف نفحات کبرویہ اہل تحقیق و ارباب ذوق کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں بزرگانِ سلسلہ کبرویہ کے احوال تحریر کیے گئے ہیں۔

تذکرہ نویسوں نے شیخ نوری کے خلفا کی تعداد تین سو چالیس بتائی ہے۔ آپ نے ایک مثنوی عین العرفان لکھی تھی جس میں مسائل تصوف کا بیان ہے۔ یہ مثنوی ۱۱۴۲ھ میں لکھی گئی۔ نوری مادۂ تاریخ اس طرح نکالا ہے :

ہاتفی داد این ندا ہر سُو   عین عرفان بحر عرفان گو

عبدالوہاب نوری نے نوّے سال عمر پائی اور ۱۱۔ ربیع الثانی ۱۱۸۶ھ کو سری نگر میں انتقال کیا۔

سید غلام الدین آزاد قادری (متوفی ۱۲۰۳ھ)

سید آزاد قادری بن شاہ محمد قادری خاندان ارشاد و ہدایت اور علم و دانش کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے دادا محمد فاضل اپنے خاندان اور معتقدوں کے ساتھ کشمیر آگئے تھے اور اسی ارض گل و لالہ میں آباد ہو گئے تھے۔ آزاد قادری کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ حضرت

---

۵۲ کاتالاگ ایتھے ش ۶۵۲۔

شاہ محمد غوث لاہوری کی دختر نیک اختر تھیں۔ سید آزاد نے تربیت روحانی اپنے ناناجان سے پائی تھی۔ آپ فارسی کے شاعر بھی تھے۔ ان کے کلام میں تصوف کے حقائق و رموز ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:

عرصۂ تنگ جہان خانۂ زنجیر من است   دوستان! کنج قفس گلشن تعبیر من است
نیست زادِ سفرِ غیر محبت ہمراہ!   رہنما در رہِ تو نالۂ شب گیر من است
معنی صورتِ من گرچہ دقیق است ولی   نسخۂ خلقتِ عالم ہمہ تفسیر من است

سید آزاد قادری نے ۱۲۰۳ھ میں انتقال فرمایا۔

سید سعد الدین نقشبندی (متوفی ۱۲۱۲ھ)

آپ میر عبدالرشید شہید کے فرزند اور خواجہ عبدالرحیم کمال کے مرید تھے۔ حضرت کمال کے قدموں میں آپ نے مدارج سلوک و مراحل معرفت طے کیے اور آخر کار آپ خود بھی مرجع خلائق قرار پائے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ خواجہ عبدالرحیم کمال کے فرزند خواجہ شاہ نیاز نقشبندی بھی مشہور صوفی اور رموز عرفان میں ضیاء الدین کے شاگرد تھے۔ شاہ نیاز فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔

سید سعد الدین قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا کلام بے حد دل انگیز و شیرین ہے۔ نمونہ کے لیے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ہر جا کہ آید عشق تو ویران نماید خانہ ہا
گویا کہ ہمسر خویش گنجی، جا کند ویرانہ ہا

تا بُت پرستی کرد فرض بر خویش سید در جہان
ہر جا کہ بینی رفت، زد آباد شد بت خانہ ہا

اس مرشدِ کامل اور شاعر باکمال کا ۱۲۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

سید بہاء الدین متو (متوفی ۱۲۴۸ھ)

ملا بہاء الدین متو تیرھویں صدی ہجری کے عرفا میں اہم مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کا تعلق علما کے خاندان سے تھا۔ آپ کے خاندان میں ملا مقصود، ملا نصر اللہ، اخوند ملا عبدالحی اور مفتی

ہدایت اللہ نے نام پیدا کیا۔ ملّا بہاء الدین متّو کو صوفیا کے تذکرہ نویس اور عقائد عرفانی کے مفسّر کی حیثیت سے خاص مقام حاصل ہے۔ آپ شاعر بھی تھے اور ان کا خمسہ فارسی ادب میں خاص اہم ہے۔ متّو نے مثنویات میں داستانہائے عشق کو موضوع نہیں بنایا بلکہ بانیان سلسلہ ہائے ریشیہ سلطانیہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ کے احوال نظم کیے ہیں۔ مثنویاتِ متّوؒ کی تفصیل یہ ہے:

۱- ریشی نامہ: شیخ نورالدین ولی بانی سلسلۂ ریشیہ کے احوال۔

۲- سلطانیہ: حضرت مخدوم شیخ حمزہ کے احوال۔

۳- غوثیہ: شیخ عبدالقادر گیلانی کی حیات و تعلیمات کا بیان۔

۴- نقشبندیہ: بزرگانِ سلسلۂ نقشبندیہ کے احوال۔ یہ مثنوی خواجہ یوسف ہمدانی کے حالات سے شروع ہوکر خواجہ عنایت اللہ نقشبندی کے حالات پر ختم ہوجاتی ہے۔

۵- چشتیہ: صوفیائے سلسلۂ چشتیہ کے احوال نظم کیے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور میاں ہاشم کشمیری کے ذکر پر ختم ہوجاتی ہے۔

کشمیر کے اس بے نظیر عالم و شاعر اور پاکیزہ ضمیر صوفی کا انتقال ۱۲۴۸ھ میں ہوا۔

شیخ احمد تارابلی (متوفی ۱۲۷۸ھ)

شیخ احمد بن محمد نعیم کشمیری کا علم و روحانیت میں بہت بڑا مقام تھا۔ وہ عربی اور فارسی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ وہ علم تجوید و قرأت میں شیخ عبادی کے شاگرد اور طریقت میں پیر نورالدین محمد خاں نیازی کے مرید تھے۔ عوام تو عوام شیخ غلام محی الدین (متوفی ۱۳۶۲ھ) صوبہ دار کشمیر جیسے خواص بھی آپ سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ آپ کے مریدوں کا سلسلہ وسیع تھا جن میں خواجہ امیرالدین پکھلی وال اور احمد میرانی نے بڑا نام پیدا کیا۔ مؤخرالذکر نے ۱۳۰۱ھ میں مثنوی جواہرالمنظوم کہی اور اس میں اپنے مرشد روحانی کی تعریف کی گئی ہے۔

شیخ احمد کے بھائی شیخ محمد تارابلی (متوفی ۱۲۸۰ھ) بھی عربی و فارسی کے عالم اور شاعر تھے۔ انھوں نے قصیدہ بُردہ اور قصیدہ بانت سعاد کو نظم فارسی کا جامہ پہنایا تھا۔ خود شیخ احمد تارابلی بھی مؤلف تھے۔ اور آپ نے بابا محمد اشرف کشمیری کی زندگی کے حالات قلم بند کرکے اس سوانح عمری کا نام

افضل الطریق رکھا تھا۔ آپ نے خواجہ اسحاق کی تالیف تحفۃ الفقرا پر ملحقات بھی تحریر کیے تھے۔
آپ ۱۲۷۸ھ میں اس دار فانی سے انتقال کر گئے۔

خواجہ امیرالدین پکھلی وال (متوفی ۱۲۸۲ھ)

خواجہ امیرالدین، خواجہ یعقوب پکھلی وال کے نواسے تھے۔ علوم کی تحصیل آپ نے قاضی جمال الدین عالی کدلی سے کی تھی۔ سلسلہ کبرویہ میں وہ خواجہ منور اور طریقہ نقشبندیہ میں شیخ اکبر ہادنی کے مرید تھے۔ پھر انھوں نے خواجہ عطاء اللہ سے تربیت باطنی حاصل کی اور طریقہ قادریہ میں ان کے مرید ہوئے۔ آپ نے ملتان میں شیخ سلیمان سے بھی کسب فیض کیا تھا۔ خواجہ امیرالدین نے دو مثنویاں تحفۂ احمدی اور تحفۂ محمدی کہہ کر اپنے مرشد شیخ احمد تارابلی کی خدمت میں پیش کی تھیں۔

خواجہ امیرالدین نے کشمیر کی تاریخ "تحقیقات امیری" کے عنوان سے لکھی تھی۔ آپ کے مریدوں میں خواجہ عبدالرحمن نقشبندی نے بڑی شہرت پائی۔ انھوں نے ایک کتاب تحفۂ نقشبندی تحریر کی تھی جس میں مشائخ نقشبندیہ کے احوال درج کیے تھے۔ خواجہ عبدالرحمن نے یہ کتاب ۱۲۸۵ھ میں لکھی اور وہ ۱۲۸۶ھ میں فوت ہوئے۔

خواجہ امیرالدین پکھلی وال ۱۲۸۲ھ میں فوت ہوئے اور شیخ بہاء الدین گنج بخش کے گورستان (سری نگر) میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ احمد ترالی (متوفی ۱۲۹۶ھ)

شیخ احمد کی زادگاہ و مسکن کشمیر کا مشہور قصبہ ترال تھا۔ آپ نے شروع میں غلام محی الدین مفتی کی شاگردی اختیار کی۔ پھر دہلی پہنچے اور حدیث کا درس مولوی محمد اسحاق دہلوی سے لیا۔ آپ سلسلہ کبرویہ کے روحانی بزرگ تھے۔ دہلی سے وطن مراجعت کرنے کے بعد آپ شب و روز درس و تدریس اور لوگوں کی تربیت و تلقین میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے ایک رسالہ مفتاح السعادۃ فارسی میں سپرد قلم کیا جو سترہ فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں مسائل و احکام عبادت درج ہیں اور لوگوں کو عیادت مریض کی ترغیب دی گئی ہے۔ شیخ احمد ترالی نے ۱۲۹۶ھ میں سری نگر میں انتقال کیا۔

"صوفیائے کشمیر" (تین اقساط) کی تیاری میں جن مآخذ سے استفادہ کیا گیا ان میں سے بعض کی فہرست یہ ہے :

۱- دبستان مذاہب	محسن فانی	کانپور	۱۹۰۴ء
۲- مجلہ ادبی دنیا	کشمیر نمبر	لاہور -	مارچ، اپریل ۱۹۶۶ء
۳- فارسی ادب کی تاریخ	عبدالقادر سروری	کشمیر -	۱۹۶۸
۴- انفاس رحیمیہ	شاہ عبدالرحیم دہلوی	دہلی	-
۵- تاریخ تمدن ایران سامانی، ج ۱	سعید نفیسی	طہران	۱۳۳۱ ھ ش
۶- تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی	کراچی	۱۹۶۱
۷- مجلہ ہنر و مردم		طہران مہر و آبانی ماہ	۱۳۴۹ ش
۸- پارسی سرایان کشمیر	ڈاکٹر تیکو	طہران	۱۳۴۲ ش
۹- رشحات صرفی	طیب صدیقی	کشمیر	۱۳۸۳ ق
۱۰- طرائق الحقائق	محمد معصوم شیرازی	طہران	۱۳۱۹ ھ ش
۱۱ تبلیغ اسلام (انگریزی)	آرنولڈ	لندن	-
۱۲- تذکرہ شعرائے کشمیر (سہ جلد)	راشدی	کراچی	۱۹۶۷ء
۱۳- کشمیر (جلد اول و دوم، انگریزی)	ڈاکٹر صوفی	لاہور	۱۹۴۹ء
۱۴- تذکرہ صوفیائے سرحد	اعجاز الحق قدسی	لاہور	۱۹۶۶ء
۱۵- کشف المحجوب	تصحیح ژوکوفسکی	طہران	-
۱۶- تاریخ ہند	عبداللہ یوسف علی	الہ آباد	۱۹۳۹ء
۱۷- قاموس المشاہیر، ج ۲	نظامی بدایونی	بدایوں	۱۹۲۴ء
۱۸- مانی و مذہب او	ڈاکٹر افشار شیرازی	طہران	۱۳۴۷ ھ ش
۱۹- تاریخ تصوف در اسلام ج ۱	ڈاکٹر قاسم غنی	طہران	۱۳۲۲ ھ ش
۲۰- دائرۃ المعارف مذاہب ج ۵ (انگریزی)	جیمس ہیسٹنگس	لندن	۱۹۳۴ء
۲۱- رود کوثر	ڈاکٹر شیخ محمد اکرام	لاہور	۱۹۵۰ء